

## 114142- کچھ اہل علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال کا وسیلہ دینے سے کیوں منع کرتے ہیں؟

### سوال

سلفی علمائے کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا وسیلہ دینے سے کیوں منع کرتے ہیں، حالانکہ تمام علمائے کرام اسے منفقہ طور پر جائز کہتے تھے یہاں تک کہ ابن تیمیہ جب آئے تو انہوں نے سب سے پہلے اسے حرام قرار دیا، واضح رہے کہ تمام مذاہب کے علمائے کرام اس وسیلے کو جائز قرار دیتے ہیں، تو سلفی علمائے کرام اسے حرام قرار دینے پر اصرار کیوں کرتے ہیں؟

### پسندیدہ جواب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ: دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے ہی دعا مانگے لیکن اپنی دعا کی قبولیت کیلئے وسیلہ دیتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا تذکرہ کرے، یا اپنی حاجت کے جلدی پورا ہونے کیلئے کہے: "اے اللہ! میں تجھ سے نبی کا وسیلہ دے کر مانگتا ہوں" یا کہے: "میں تجھ سے نبی کی شان کا وسیلہ دے کر مانگتا ہوں" یا اسی طرح کی کوئی اور بات کہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (1/337-338) میں کہتے ہیں:

"غیر اللہ کا وسیلہ دے کر اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا یا تو اللہ تعالیٰ پر غیر اللہ کی قسم ڈال رہا ہوگا، یا اس وسیلے کے واسطے سے اپنی حاجت روائی کا متمنی ہوگا جیسے کہ غار میں پھنس جانے والے تین افراد نے اپنے نیک اعمال کا اللہ تعالیٰ کو واسطہ دیا اور اسی طرح انبیائے کرام اور نیک لوگوں سے دعا کروانا بھی وسیلے میں شامل ہے۔

چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ پر غیر اللہ کی قسم ڈالی جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔

لیکن اگر اپنی حاجت روائی کیلئے کسی نیک یا واسطہ دینے کے طور پر کسی ایسے عمل کا واسطہ دیں جس میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت عیاں ہوتی ہو جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے یا آپ سے محبت اور تعلق وغیرہ کو وسیلہ بنانے تو یہ جائز ہے۔

اور اگر انبیائے کرام اور نیک لوگوں کی ذات کا وسیلہ ہو تو یہ شرعی عمل نہیں ہے، اس عمل سے متعدد علمائے کرام نے منع کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، جبکہ کچھ اہل علم نے اس میں رخصت رکھی ہے تاہم پہلا موقف ہی راجح ہے، جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے: کیونکہ اس طرح ایسے وسیلے کے ذریعے دعا مانگی جا رہی ہے جو حاجت روائی کا سبب نہیں بن سکتا۔

جبکہ دوسری جانب ایسے وسیلے کے ذریعے دعا مانگی جائے جو حاجت روائی کا سبب بن سکتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک لوگوں کی دعا کے ذریعے مانگا جائے یا نیک اعمال کا واسطہ دے کر مانگا جائے تو یہ جائز ہے؛ کیونکہ نیک لوگوں کی دعا حاجت روائی کا سبب ہے۔ اسی طرح نیک اعمال اللہ تعالیٰ سے حصول ثواب کا باعث ہیں، لہذا اگر ہم نیک لوگوں کی دعا اور اپنے نیک اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو اس طرح ہم شرعی وسیلہ اپنانے والے شمار ہوں گے، جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی جانب وسیلہ تلاش کرو۔ [المائدہ: 35] اور یہاں پر وسیلے سے مراد نیک اعمال ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

(أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَنْتَحُونَ إِلَى رَبِّهِمْ الْوَسِيلَةَ)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جو اللہ کو پکارتے ہیں اور اپنے رب کی جانب وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ [الإسراء: 57]

چنانچہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی جانب نیک لوگوں کی دعا یا اپنے ذاتی نیک اعمال کا وسیلہ نہ بنائیں بلکہ نیک لوگوں کی ذات کو وسیلہ بنا کر پیش کریں تو یہ ایسا سبب نہیں ہے جس کی وجہ سے ہماری

مرادیں پوری ہوں، بلکہ ہم ایسی چیز کو وسیلہ بنائیں گے جو وسیلہ بننے کے قابل ہی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی صحیح حدیث میں منقول نہیں ہے اور نہ ہی یہ چیز سلف کے ہاں مشہور تھی" انتہی

دوم:

اس کا مطلب یہ بھی ہرگز نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقام و مرتبہ نہیں ہے، جیسے کہ سلفی علمائے کرام پر قدغن لگانے والے موشگافیاں کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے ہمسنو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو کم کرتے ہیں اور آپ کی شان میں۔ نعوذ باللہ۔ گستاخیاں کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں ایسی بات نہیں سلفی علمائے کرام ایسی نازیبا حرکتوں سے کوسوں دور ہیں، سلفی علمائے کرام کے ہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر سرفراز کیا جائے گا، آپ کو بلند مرتبے پر فائز کیا جائے گا، آپ اولاد آدم کے سربراہ ہیں، تاہم آپ کے اتنے بلند مقام و مرتبے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ آپ سے مرادیں مانگی جائیں اور آپ کی ذات کا وسیلہ دیا جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس [ثواب] کو بندوں کا حق بتلایا ہے تو وہ واقعی ان کا حق ہے؛ لیکن یہاں مسئلہ اس [ثواب] کے وسیلے سے دعائیں کرنے کے طریقے کا ہے، تو اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ: اگر جس چیز کا واسطہ دے کر بندے نے مانگا ہے وہ واقعی وسیلہ بننے کے قابل ہے تو اس وسیلے کا واسطہ دے کر مانگنا اچھا عمل ہوگا، مثال کے طور پر تمام شرعی وسیلوں [اللہ کے اسما و صفات کا وسیلہ، نیک آدمی سے دعا کروانا، اور اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنانا] کے ذریعے دعائیں مانگنا۔

لیکن اگر کوئی دعائیں والا کہے: "مجھے فلاں اور فلاں کے طفیل عطا فرما" تو اگر ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حق ہو کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے اور انہیں مکمل ثواب سے نوازے، ان کے درجات بلند فرمائے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس [ثواب] کا وعدہ کیا ہوا ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ پر لازم قرار دیا ہوا ہے، تو ان تمام ثواب و اکرام کی بدولت ان لوگوں کے طفیل اللہ سے مانگنے والے کیلئے کچھ نہیں ہوگا کہ نیک آدمی کو ملنے والے ثواب و اکرام کی وجہ سے اس سائل کی مراد پوری ہو سکے؛ کیونکہ ان نیک لوگوں کو جو کچھ بھی ملا ہے وہ ان کے ایمان و نیکی کے بدلے میں ملا ہے، لیکن یہ سائل تو اس ثواب و اکرام کا مستحق نہیں ہے؛ چنانچہ ایک [بے عمل] شخص کی طرف سے [نیک] لوگوں کا وسیلہ دینا دعا کی قبولیت کا ضامن نہیں ہو سکتا۔

اور اگر کوئی کہے کہ: اصل وسیلہ اور طفیل تو اس نیک شخص کی شفاعت اور دعا کا ہے، [اگر ایسا ہی ہے کہ] اس نیک شخص نے اس کیلئے شفاعت یا دعا کی ہے تو یہ صحیح اور حق ہے، لیکن اگر اس نیک شخص نے اس کیلئے شفاعت یا دعا نہیں کی تو پھر محض ذات کا وسیلہ دینا قبولیت دعا کا سبب نہیں بن سکتا" انتہی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (1/278) میں مزید کہتے ہیں:

"یہ بات مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کہے: "یا اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما اور میری دعا ان کے بارے میں قبول فرما" حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے کوئی دعا ہی نہیں فرمائی، تو اس کی یہ بات بالکل باطل ہوگی" انتہی

سوم:

اس مسئلے کو سمجھنے کیلئے پہلے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ دعا عبادت ہے، بلکہ دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم ترین عبادت میں سے ہے، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (دعا عبادت ہے، تمہارے رب کا فرمان ہے: تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا) ابوداؤد: (1479) وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے اور ابانہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عبادت کی بنیاد دلیل پر ہوتی ہے، یعنی جس عبادت کے طریقے کے متعلق دلیل موجود ہوگی وہ عبادت صرف اسی انداز سے کی جائے گی، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی [عبادت] ایجاد کی جو پہلے اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے) بخاری: (2697) اور مسلم (1718) نے اسے عائشہ

رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، جبکہ مسلم کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ: (جو شخص ایسا کام کرتا ہے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے)

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اہل لغت نے حدیث کے عربی لفظ: "الزّد" کا مردود کیا ہے، مردود کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل باطل ہوگا اسے کسی کھاتے میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث میں اسلام کا ایک عظیم اصول اور ضابطہ بھی ہے، یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے گئے جوامع الکلم میں سے ہے؛ کیونکہ یہ حدیث تمام بدعات اور خود ساختہ عبادات کو یک لخت مسترد کر دیتی ہے۔

دوسری روایت میں ایک مزید اضافہ بھی ہے کہ کوئی ایسا شخص جس نے خود بدعت لہجاندہ کی ہو بلکہ کسی نے پہلے سے لہجاندہ کی ہو اور وہ صرف اس کی اندھی تقلید میں ہٹ دھرمی کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو اور کہے کہ [پہلی] روایت میں یہ ہے کہ "جو عبادت لہجاندہ کرے" اور میں نے لہجاندہ نہیں کی لہجاندہ تو مجھ سے پہلے ہو چکی تھی اس لیے میں اس حدیث کا مصداق نہیں بنتا تو اسے دوسری روایت سنائی جائے گی جس میں تمام بدعات کو مسترد کیا گیا ہے، عمل کرنے والے نے خود وہ بدعت لہجاندہ کی ہو یا لہجاندہ تو پہلے کسی نے کی ہو لیکن وہ اس پر کاربند ہے۔

اس حدیث میں ان اصولی علمائے کرام کی دلیل بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ: جس کام سے ممانعت کی گئی ہو تو اس ممانعت کا تقاضا ہے کہ وہ کام فاسد اور بے کار ہو جائے، لیکن جو ممنوعہ کام کے فاسد ہونے کو نہیں مانتے وہ اس حدیث کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ "خبر واحد" ہے، اور خبر واحد سے اتنا اہم اور بنیادی اصول اخذ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں ان کا یہ جواب ہی درست نہیں ہے۔ لہذا اس حدیث کو یاد کر کے بدعات کے رد کیلئے نشر عام کرنا چاہیے "انتہی

جب ہم نے یہ اصول سمجھ لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طور پر صرف وہی کام کر سکتے ہیں جو کہ غلطی سے مبراذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں ملے، اس میں ہماری یا کسی اور کی لہجاندہ کسی عبادت کو یا عبادت کے طریقے کو شامل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (1/265) میں کہتے ہیں:

"کسی بھی چیز کو شرعی دلیل کے بغیر واجب یا مستحب قرار دینا جائز نہیں ہے، صرف ایسی شرعی دلیل کے ذریعے ہی کسی چیز کو واجب یا مستحب قرار دیا جاسکتا ہے جو عمل کے واجب یا مستحب ہونے کا تقاضا کرے، اور حقیقت یہ ہے کہ عبادات ہمیشہ واجب یا مستحب ہوتی ہیں، چنانچہ اگر کسی عبادت کا حکم واجب یا مستحب نہیں ہے تو پھر وہ چیز عبادت ہی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا بھی عبادت ہے بشرطیکہ دعا میں کسی جائز چیز کا مطالبہ ہو" انتہی

اسی طرح انہوں نے مجموع الفتاویٰ (1/278) میں وسیلے سے متعلق ایک لمبی بحث کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ:

"[عثمان عتیمی نے سائل کو] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعا نہیں سکھائی، بلکہ جو دعا سکھائی تھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں تھی، چنانچہ ایسی باتوں سے شرعی احکام ثابت نہیں ہوتے، اس کی مثال میں وہ تمام امور شامل ہیں جن کا تعلق عبادات، مباح امور، یا واجبات یا محرمات سے ہے اور ان کے بارے میں صحابی کے انفرادی موقف کی تائید کسی دوسرے صحابی نے نہیں کی، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ احادیث صحابی کی انفرادی رائے سے متصادم ہو موافقت نہ کرے، تو ایسے امور میں صحابی کی بات پر عمل کرنا مسلمانوں پر واجب نہیں ہوگا، زیادہ سے زیادہ اس کی حیثیت یہ ہوگی کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو، اور اس مسئلے کا تعلق ایسے مسائل سے ہو جن کے بارے میں امت مختلف رائے رکھتی ہے، تو ایسی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کے طریقے کی جانب رجوع کرنا لازمی اور ضروری ہوگا، اور اس کی متعدد مثالیں ہیں"

دائمی فتویٰ کمیٹی کے علمائے کرام سے پوچھا گیا:

"ایک مسلمان لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے، اور وہ اپنی دعا میں کہتا ہے: "یا اللہ! مجھے دنیا و آخرت کی فلاں فلاں بھلائی عطا فرما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے صدقے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کے صدقے، یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے طفیل یا شیخ تیجانی کی شان کے صدقے یا شیخ عبدالقادر کی برکت کے وسیلے سے یا شیخ سنوسی کے احترام کے صدقے عطا فرما" تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟"

اس پر انہوں نے جواب دیا:

"جو شخص اپنی دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان، احترام، برکت، یا دیگر نیک لوگوں کی شان، احترام یا برکت کا وسیلہ دیتے ہوئے کہے: "یا اللہ! اپنے نبی کی شان، احترام اور برکت کے صدقے مجھے مال، اولاد عطا فرما، مجھے جنت میں داخلہ نصیب فرما، اور مجھے جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما" یا اسی طرح کی کوئی اور بات کرتا ہے تو یہ شخص مشرک نہیں ہے کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے، تاہم یہ عمل شرک کے سدباب کیلئے ممنوع قرار ہو گا تاکہ مسلمانوں کو ایسے امور سے دور رکھا جائے جن کی وجہ سے شرک میں ملوث ہونا ممکن ہو۔

یہ بات یقینی ہے کہ انبیائے کرام اور صالحین کی شان کو وسیلہ بنانا ایسے وسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے انسان وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے، تاریخی حقائق اور تجربات ہمیں یہی بتلاتے ہیں۔

دوسری جانب کتاب و سنت میں ایسے قطعی دلائل موجود ہیں جو کہ شرک کے وسائل اور اسباب سے روکتے ہیں نیز اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ شرک اور حرام امور سے روکنا شریعت کے مقاصد میں سے ہے، انہی دلائل میں یہ آیت بھی شامل ہے:

(وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا لِبَغْيَرِ عَالَمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: تم اس غیر اللہ کو برا بھلا مت کہو جن کو وہ پکارتے ہیں، مبادا وہ دشمنی میں آکر جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالی دیں، ہم نے اسی طرح تمام امتوں کیلئے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں پھر ان کا اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹنا ہے، تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کاموں کی خبر دے گا جو وہ کرتے رہے ہیں۔ [الأنعام: 108]

تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین کے معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا حالانکہ وہ معبودانِ باطلہ ہیں، تاکہ مشرکین اپنے معبودانِ باطلہ کی طرف داری اور بدلہ لینے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال نہ کریں۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع فرمایا؛ تاکہ بعد میں ان قبروں کی پرستش نہ ہونے لگ جائے۔

ایسے ہی کسی بھی مرد کو اجنبی خاتون کے ساتھ تنہائی میں جانے سے منع فرمایا، اسی طرح عورتوں کیلئے مردوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار حرام قرار دیا۔۔۔ [اور بھی اس کی بہت سی مثالیں ہیں]

ویسے بھی دعا کرتے ہوئے کسی کی شان یا احترام کا وسیلہ عبادت میں شمار ہوتا ہے اور عبادت کا طریقہ کار تو قیفی ہوتا ہے [یعنی شریعت عبادت کا طریقہ متعین کرتی ہے، خود سے طریقہ متعین نہیں کیا جاسکتا] چنانچہ قرآن مجید یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وغیرہ سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے جو دعائیں مذکورہ قسموں کے وسیلے کیلئے گنجائش پیدا کرتی ہو، تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسا وسیلہ بدعت ہے "انتہی

فتاویٰ اللجنة الدائمة (1/501-502)

چہارم:

سائل نے اپنے سوال میں کہا ہے کہ ابن تیمیہ نے سب سے پہلے اسے حرام قرار دیا، یہ بات صحیح نہیں ہے، سائل نے یہ بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دشمنوں سے لی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو احنائی کا رد کرتے ہوئے اس الزام کا سامنا کرنا پڑا تھا، احنائی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا سخت مخالفت تھا اور مذکورہ الزام تراشی کرنے والوں میں سے ایک تھا، چنانچہ احنائی کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں کہنا تھا کہ: "اس موقف کے حامل شخص [ابن تیمیہ] نے کتنے مسائل میں اجماع کو توڑا ہے" تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان کے اس الزام کا کئی اعتبار سے جواب دیا، چنانچہ اس ضمن میں آپ کہتے ہیں:

"پچھی وجر: کسی شخص کا یہ الزام دینا کہ فریق ثانی اجماع کی مخالفت کر رہا ہے، یہ اس وقت قبول ہوگا جب وہ شخص ایسے لوگوں میں شمار ہو جسے اجماعی اور احنافی مسائل کے بارے میں علم ہو، اور اس کیلئے بہت زیادہ علم کی ضرورت ہوتی ہے تب کہیں جا کر اجماعی اور احنافی مسائل کے مابین فرق حاصل ہوتا ہے، لیکن نکتہ اعتراض اٹھانے والے کے پاس اتنا علم کہاں سے آیا؟ جسے اپنے مذہب کے بارے میں ہی علم نہیں ہے اور نہ ہی اپنے مذہب کے علمائے کرام کی آراء جانتا ہے، اس کا مسلمانوں کے اجماعی مسائل کے متعلق اس کا کیا کام؟! مزید برآں وہ شخص معرفت احادیث اور استدلال کرنے میں انتہائی کمزور اور ناتواں ہے!؟"

ساتویں وجہ: فریق ثانی کی جانب سے "کتنے مسائل میں اجماع کو توڑا ہے" کا لفظ بولا گیا ہے، جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ جواب دینے والے نے بہت سے مسائل میں اجماع توڑا ہے، لیکن اس اعتراض کی حقیقت یہ ہے کہ اعتراض لگانے والے سے کہیں بڑے اہل علم نے خوب محنت اور تگ و دو دی لیکن ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ڈھونڈ سکے جس میں جواب دینے والے [ابن تیمیہ] نے کسی اجماع کو توڑا ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ اعتراض لگانے والوں نے کسی مسئلے کے بارے میں یہ سمجھ لیا کہ اس مسئلے میں اجماع ہے حالانکہ اس مسئلے پر اجماع نہیں تھا، جیسے کہ انہیں طلاق معلق کے بارے میں مغالطہ لگا [اور ابن تیمیہ کے مخالفین نے انہیں اجماع مخالفت قرار دیا]، حالانکہ اس مسئلے میں نصوص، فقہی امور اور احادیث ان کے مخالف تھیں، یہ الگ بات ہے کہ انہیں ان نصوص کا علم نہیں تھا۔

آٹھویں وجہ: جواب دینے والے [یعنی: شیخ الاسلام ابن تیمیہ] نے -الحمد للہ- کبھی بھی کوئی ایسا موقف اختیار نہیں کیا جس کے مطابق ان سے پہلے علمائے کرام کی رائے موجود نہ ہو، اگرچہ کچھ مسائل ذہن میں آتے تھے اور اس کے دلائل بھی ذہن میں ہوتے تھے لیکن پھر بھی انہیں اس وقت تک زبان پر نہیں لاتے تھے جب تک اس کے مطابق انہیں سلف سے موقف نہیں مل جاتا تھا، بعینہ امام احمد نے بھی یہی کہا تھا: "خبردار! کوئی ایسی بات نہ کرنا جس میں تمہیں سلف سے تائید حاصل نہ ہو" لہذا اگر کسی شخص کا یہ منہج ہے اور وہ اسی پر کاربند بھی ہے وہ ایسی بات کیسے کر سکتا ہے جس میں مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت ہو، وہ تو بات ہی ایسی کرتا ہے جس میں سلف صالحین کی اسے تائید حاصل ہو" انتہی ماخوذ از: "الرد علی الأحنائی" (457-458)

پہنچم:

مذکورہ جس مسئلے میں سائل نے کسی کے پیچھے لگتے ہوئے یہ کہہ دیا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اجماع توڑا ہے، اسی مسئلے کے بارے میں متعدد علمائے کرام کی صراحتیں اور نصوص موجود ہیں، خصوصی طور پر علمائے احناف کی جانب سے اس کی ممانعت بہت ہی شد و مد کے ساتھ کی گئی ہے۔

چنانچہ علامہ حصکفی رحمہ اللہ "الدر المختار" (5/715) میں لکھتے ہیں:

"صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ نے مفتی کی جانب نسبت کرتے ہوئے ابو یوسف کے واسطے سے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ: دعایں اللہ تعالیٰ کو واسطہ صرف انہی [اسما و صفات] کا دینے کی گنجائش ہے، چنانچہ جس دعا کی اجازت ہے اور جس طرز دعا کا حکم دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کشیدہ ہوتا ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾.

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں، انہی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ [الأعراف: 180]

یہی عبارت "الحیظ البرہانی" (5/141) میں بھی موجود ہے۔

اسی طرح علامہ کاسانی رحمہ اللہ "بدائع الصنائع" (5/126) میں لکھتے ہیں :

"انسان کیلئے دعائیں یہ کہنا مکروہ ہے "یا اللہ! میں تجھ سے تیرے انبیاء، رسولوں اور فلاں فلاں شخص کے حق کا واسطہ دے کر مانگتا ہوں" کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں ہو سکتا"

یہ عبارت "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" از علامہ زلیعی : (6/31) میں بھی ہے، نیز زلیعی رحمہ اللہ نے اس بات کی نسبت ائمہ ثلاثہ یعنی ابو حنیفہ اور آپ کے دونوں شاگرد یعنی : ابو یوسف اور محمد بن حسن تینوں کی طرف کی ہے۔

یہی گفتگو اور موقف اخاف کی مایہ ناز کتب مثلاً : "العناویہ شرح الہدایہ" از بارتی : (10/64)، "فتح القدر" از ابن ہمام : (10/64)، "درر الحکام" (1/321) اور "مجمع الزہر شرح ملتقى الأبحر" (2554) میں بھی موجود ہے۔

شید نعمان خیر الدین آلوسی حنفی رحمہ اللہ جلاء العینین (516-517) میں کہتے ہیں :

"[علمائے اخاف کی] تمام نصوص میں ہے کہ : دعا کرتے ہوئے وسیلہ دینے کیلئے جو شخص کہتا ہے : انبیاء اور اولیاء کے حق کے وسیلے، بیت اللہ شریف اور مشعر الحرام کے حق کے وسیلے سے [میری دعا قبول فرما، یا میری مراد پوری فرما] تو یہ مکروہ تحریمی ہے، اور مکروہ تحریمی کا درجہ امام محمد کے ہاں حرام کے مساوی ہے اور اس کی سزا بھی حرام کام کی طرح آگ ہی ہے، اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ : مخلوق کا خالق پر کوئی حق ہی نہیں ہے" انتہی

مزید کیلئے آپ سید نعمان کی نقل کردہ وہ تمام عبارتیں دیکھیں جو انہوں نے علامہ سویدی شافعی سے بیان کی ہیں، دیکھیں : جلاء العینین (505) اور اس کے بعد والے صفحات۔

ہم امید کرتے ہیں کہ سابقہ تفصیلی اقتباسات سے واضح ہو گیا ہے کہ سلفی علمائے کرام وسیلے کی اس قسم سے کیوں منع کرتے ہیں؟ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پہلے عالم نہیں ہیں جنہوں نے وسیلے کی اس قسم کو منع قرار دیا، اور وہ اس موقف کے قائل آخری اہل علم بھی نہیں ہیں۔

مزید کیلئے آپ سوال نمبر : (979)، (60041) اور (23265) کا مطالعہ کریں۔

واللہ اعلم۔